احمد سعید ایم اے او کالج لاہور

حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ امرتسری

حضرت مفتی صاحب کے ایک خادم خاص نے حج کیلئے درخواست دی۔ یہ صاحب مفتی صاحب کو جب مفتی صاحب چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے، مکان کی بالائی منزل سے نیچے لاتے اور اوپر لے جاتے تھے۔ جب ان صاحب کا قرعہ اندازی میں نام نہ آیا تو اور مسلمانوں کیطرح ان کو بھی صدمہ پہنچا۔ حضرت مفتی صاحب کو ان کی پریشانی کی اطلاع دی گئی۔ حضرت نے انکو اپنے پاس بلایا اور پوچھا "چوہدری صاحب نام نہیں نکلا" چوہدری صاحب نے نہایت رنج اور دکھ کے عالم میں کہا "نہیں"۔ اس پر حضرت نے فرمایا: "بس تو پھر حج ہو گئی" اور اس فقرہ کو کئی مرتبہ دہرایا۔ بعد میں فرمایا "آپ کو تو گھر بیٹھے حج کا ثواب مل گیا۔ عمل کا دار مدار تو نیت پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھر بیٹھے حج کرا دیا ہے۔"

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مفتی صاحب کے تعلقات اور ربط قلبی کا اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ حضرت تھانویؒ کے ایک خادم جو مفتی صاحب کے قریبی عزیز بھی تھے انہوں نے حضرت تھانویؒ کی علالت کے متعلق مفتی صاحب کو اطلاع دی۔ مفتی صاحب حضرت تھانویؒ کے پاس تھانہ بھون تشریف لائے اور تقریباً ایک ہفتہ قیام کیا۔ اسی دوران حضرت تھانویؒ کی طبیعت ٹھیک ہو گئی اور حضرت مفتی صاحب واپس تشریف لے گئے۔ حضرت تھانویؒ کی خانقاہ میں پنجاب کے ایک بزرگ سائیں طور شاہ جو اونچا سنتے تھے، اور نہایت نیک لوگوں میں شمار ہوتے تھے حضرت تھانویؒ سے ارشاد کیا:

"حضرت خلیفہ جی چلے گئے خانقاہ کی رونق کم ہو گئی ہے۔" اس پر ارشاد فرمایا: "ہاں سائیں جی میں بھی محسوس کرتا ہوں۔"

جب مفتی صاحب کے پاؤں کی بیماری کا آغاز تھا، تو اس وقت ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ حضرت کا پاؤں قطع کر دیا جائے۔ اس واقعہ کا ذکر حضرت تھانویؒ سے کیا گیا کہ حضرت مفتی صاحب

کے پاؤں کے قطع کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ اس پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا: "مولوی جی سچ عرض کرتا ہوں کہ جب مولوی محمد حسن کے پاؤں قطع کرانے کا تصور آتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے، گویا میرا اپنا پاؤں قطع کیا جاتا ہو۔"

اس کے بعد مولانا شبیر علی تھانوی صاحب سے فرمایا: "بھائی کوئی ایسی دوا نہیں کہ جس سے مولوی صاحب کے پاؤں کو آرام آجائے۔" مولوی شبیر علی صاحب نے فرمایا: "حضرت یہ ہماری مدراس میں ہوتی ہے۔ سنا ہے اس کے لئے ایک بوٹی ہوتی ہے۔ جس سے آرام آجاتا ہے۔" حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اگر یہ بوٹی مل جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔ شبیر علی تھانوی صاحب نے یہ بوٹی مدراس سے منگوا کر اس کو گملے میں لگا کر اسکی دوا بنا کر مفتی صاحب کو بھیجی۔ اس تمام عرصہ کے دوران حضرت تھانویؒ بار بار استفسار فرماتے رہتے کہ دوائی بن گئی ہے یا نہیں۔ اور تمام عرصہ اس میں دلچسپی لیتے رہے۔

حضرت مولانا تھانویؒ کی مجلس میں بہت بڑے جیّد علماء موجود ہوتے تھے، وہاں علم و فضل کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔ لیکن اگر حضرت مفتی صاحب موجود نہ ہوتے تھے تو حضرت تھانوی فرماتے تھے "اگر مولوی محمد حسن امرتسری یہاں ہوتے تو وہ بہت خوش ہوتے۔"

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب نے حضرت تھانوی کی خدمت میں مچھلی بھیجی۔ آپ نے مچھلی کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ اور جس شخص کے ہاتھ یہ روانہ کی تھی اسکو ہدایت کر دی تھی کہ ایک حصہ چھوٹے گھر کا ہے اور دوسرا حصہ دوسرے گھر اور تیسرا حصہ اس گھر کا جہاں حضرت کی باری ہوگی۔" جب حضرت تک مچھلی پہنچی اور اس تقسیم کی بھی خبر ملی تو بہت خوش ہوئے اور کئی روز تک اس واقعہ پر خوشی کا اظہار کرتے رہے۔ فرمایا: "اس سے زیادہ میری اور کون رعایت کر سکتا ہے۔"

حضرت مفتی صاحب کے ملنے والوں میں دو بھائی تھے۔ یہ دونوں بھائی آپس میں نہایت خلیق اور ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے لیکن درمیان میں جائیداد کی وجہ سے آپس میں رنجش پیدا ہوگئی تھی۔ لیکن چونکہ دونوں میں محبت بھی بہت تھی۔ اس لئے ایک دوسرے کا لحاظ بھی کرتے تھے۔ اس وجہ سے دونوں کو بہت پریشانی تھی۔ چنانچہ یہ دونوں بھائی حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ "حضرت بڑی پریشانی ہے۔" اس پر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: "بھائی اصل پریشانی اور راحت تو آخرت میں ہوگی۔ اگر ایمان کے ساتھ خاتمہ ہوا تو اصل راحت تو آخرت میں ہوگی۔

جب مفتی صاحب پر فالج کا حملہ ہوا تو اس کے بعد جب آرام آنے لگا تو ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا ہاتھ حرکت کر کے سر تک پہنچ گیا۔ اس پر جملہ حاضرین نہایت خوش ہوئے کہ ہاتھ حرکت کرنے لگا ہے۔ حاضرین کی اس خوشی کو دیکھ کر فرمایا۔ اس فالج کی وجہ ایک اور علم کا اضافہ ہوا ہے کہ پہلے تو ہاتھ ہی کو اللہ کی نعمت سمجھتا تھا، اب معلوم ہوا کہ ہاتھ کی حرکت اللہ کی ایک مستقل نعمت ہے۔ اسی طرح اگر آدمی غور کرے تو معلوم ہوتا ہے کہ کھانا بھی ایک نعمت ہے، لیکن بھوک کا لگنا بھی ایک مستقل نعمت ہے۔ آنکھ ایک نعمت ہے لیکن نظر ایک مستقل نعمت ہے۔ آخر میں فرمایا بھائی اللہ کی نعمتوں کو کوئی کہاں تک بیان کرے۔ ان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا۔

ایک مرتبہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد سے واپس آرہے تھے تو جامعہ نیلا گنبد کے سامنے بچوں کے سکول میں چھٹی ہوئی۔ بچے چھٹی کی خوشی میں شور مچاتے ہوئے سکول سے بھاگتے ہوئے نکل رہے تھے۔ حضرت ان کی بھیڑ سے بچنے کے لئے ایک طرف دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ دیکھو بچے جب سکول سے نکل کر آرہے ہیں تو کس قدر خوش ہو رہے ہیں۔ یہ پڑھائی کو اپنے لئے مصیبت سمجھتے ہیں۔ اس سے نجات پر کس قدر خوش ہو رہے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ قیامت میں مومنوں کو یہ فرمائیں گے کہ تمہاری نجات ہو گئی تو اس وقت ان کو کس قدر خوشی ہو گی۔

مولانا روم کے اس شعر کی تشریح میں ایک مرتبہ فرمایا ؎

گفت ایں اللہ تو لبیک ما است   ایں نیاز و سوز و دردت پیک ما است

فرمایا کہ اس شعر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جب بندہ یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جواب دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا جواب یہ ہوتا ہے کہ وہ اسکو دوبارہ اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرماتے ہیں جب بندہ ایک دفعہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو اگر اسکو دوبارہ توفیق مل جائے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ نے اس کو جواب دیا۔ لیکن اگر آدمی غور کرے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود پہلے یاد کرتے ہیں بندہ بعد میں ان کو پکارتا ہے۔ آدمی یہ سوچے کہ اسکو یاد کرنے کا دھیان کس نے دل میں ڈالا ہے۔ کیا یہ خیال خود ہی پیدا ہوتا ہے یا کوئی پیدا کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے خود اپنا دھیان دل میں پیدا کرتے ہیں اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہیشگی عطا فرماتے ہیں پھر اپنے ایک عزیز کو فرمایا کہ اسکو لکھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہیشگی عطا فرماتے ہیں۔ ■■

دیرینہ۔ پیچیدہ۔ روحانی جسمانی امراض کے خاص معالج
جمال شفاء خانہ رجسٹرڈ
نوشہرہ چھاؤنی
دہلی روڈ لاہور کینٹ